

کئے تھے؟ نہیں، وہ اس کا مستقبل کا ممکنہ شومیزم جس کے بارے میں ان کو شک و شبہ نہ تھا۔ وہ بڑے باغی تھے، نریک اس کا نام تیار ہے۔ نیرودہ، وہ دل کا بہت اچھا ہے۔ اور پس، اس سے زیادہ شوق و جوش تھی اور اس نے جاننے کی کوئی کوشش کی تھی۔ خالد جیلر نے پتھر سے واپس آ کر اس سے یہی کہا تھا۔
 "نیرودہ، میری جان تو نگر نہ کر، وہ شاید نیرودہ نہیں ہے۔ وہ دوسرا بلا ہے۔ میں نے اسے اپنا قرض نہیں لے سکا۔ لاپرواہی کا نام، میں کہہ رہی ہوں اس سے کہ مجھے اگرچہ اپنے کی گیارہ کو تو نہ آیا تو سراسر منہ دیکھنا میرا۔ وہ کہنے کا ضرور آئے گا۔ میرا جیلر دل کا بہت اچھا ہے؟"

ماہنامہ

گھلیں نہیں دے

دن ہی مایاں کا پھلا پھولا، چہنچہن میں نازمیں تیں دھلے۔
 ہاتھوں میں ہندی کے خطرناک سے گل بوٹے جاتے۔
 گھنٹہ گھنٹہ سے نہ دنگ میں بڑھ آئے والے اچانک اور مسلسل واقعات پر غور کر رہی تھی۔
 گل کی شادی تھی، حالانکہ اس وقت بھی اسے پوری طرح اس بات کا علم نہ تھا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے نہیں۔
 کیونکہ شادی کے لیے کم از کم ایک عہدہ دہلی کی موجودگی۔
 ناگزیر ہوتی ہے، اور وہ گھنٹہ دو لہاں آنا ہے یا نہیں۔
 اس کا زبانی اور انحصار اس کی قسمت پر تھا۔ خوشی، شرم، اور وہ کیفیت جو اس وقت اس کی بڑی چاہ ہے تھی، اس پر عجیب سے ڈر، خوف اور کشش نے غلبہ حاصل کر رکھا تھا۔ یہ گھانا، بھانا، لوگوں کا کھانے کھانے کھانے اور دوسری باتیں کرنا۔ اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ دل دھڑک دھڑک کر ایک ہی سوال کرتا تھا کہ وہ کتنے گھانا ہیں۔

میں پھینک کر بھر بھاگ لی۔ اور کمرے میں جیسے طوفان آگیا۔ لڑکیاں اٹھ اٹھ کر دوپٹے سنبھالتی دو لہا کا دیدار کرنے بھاگیں۔ اور پیسے کے سینے میں جانے کب سے رکھا ہوا ایک لمبا سانس باہر نکلا۔ آگے بڑھی ہوئی چوٹی کو ایک جھلک سے پیچھے پھینک کر اس نے مٹی کی دیوار سے ٹیک لگائی۔ مطمئن ہو کر آنکھیں بند ہوئیں۔ اور لب سکرانے لگے۔

ڈیڑھ ہفتہ پہلے کی بات تھی جب پانی سے بھر اڑنا سر پر رکھے وہ اپنے کچے مگر صاف ستھرے گھرمیں داخل ہوئی تو سامنے چار پانی پر تر پڑے ہوئے باپ کو دیکھ کر اعلان کھینچتی تھی۔

”بابا۔ بابا۔ کیا ہوا ہے؟“ مٹکا، بچی گھڑوچی پر مٹکا کر وہ باپ کی طرف پلکی۔

”نہیں۔ دھی۔ آخری وقت آگیا تیرے باپ کا“
درد کی شدت سے بے حال باپ کے بھی آخری الفاظ تھے، جنہیں وہ سن پانی تھی۔ پھر یاد رہا تو اتنا کہ اس کے باپ کو چار آدمی کا ہڈھا دے کر گھر سے لے گئے تھے۔ وہ گھر جہاں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ جہاں قدم قدم پر طرح طرح کی یادیں بکھری چلی تھیں۔ وہ بیدار سا چھوٹا سا گھر اسے چھوڑنا پڑا تو اپنی خالہ کے سینے میں

منہ چھپا کر وہ ملک ملک کر روتی۔

”نہ میری بیٹی روتے نہیں ہیں۔ مرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے!“ خالہ حیرال نے اس کے سیاہ بال پیار سے سنبھالتے ہوئے کہا۔

”خالہ۔ خالہ۔ خالہ میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ اپنا گھر اپنا گاؤں نہیں چھوڑنا چھ!“ اس نے روتے روتے کہا۔
بے جان دیواروں میں کیا رکھا ہے پتیری؟ نہ تیری مال نہ تیرا پاپ۔ اب یہاں کون ہے تیرا؟ بچہ جولان لڑکی تو بڑی ذمہ داری ہوتی ہے بیٹی۔ کون قبول کرے گا یہاں تیری ذمہ داری؟ میں تیری خالہ ہوں۔ تیری مال کی مال جانی ہوں بیٹی۔ میرے ساتھ چل جائے اپنی بیٹی بنا کر رکھوں گی۔ اپنی بہن کی نشانی کو اپنی آنکھوں کا تارا بنا لوں گی میں۔ چل میری بچی چل!“

یوں وہ خالہ کے سینے سے لگی لگی اس نئے گاؤں اور

نئے گھر میں آگئی۔ یہاں آکر اسے خبر ہوئی کہ جتنی اسے نہ کی ضرورت تھی اتنی ہی خالہ حیرال کو اس کی ضرورت تھی۔ ہاتھ مٹی کے بنے ویران گھرمیں وہ سارا دن اور ساری رات کھانسی تھی اور کوئی اس کی دوا اور پانی پوچھنے والا نہ۔ خالہ حیرال کا ایک بیٹا تھا۔ جسے پڑھانے لکھانے کو خواہش میں خالہ نے خود اسے دس سال کی عمر میں ہی: سے جدا کر دیا تھا۔ بقول خالہ حیرال کے حیدر دس سال کا تھا جب اسے اس کے چچا کے پاس شہر بھیجا تھا کہ وہ اسے پڑھا لکھا کر اچھی سی نوکری دلا دے۔ اور جب اس نے واقعی پڑھ لکھ کر وہاں نوکری کی تو کوئی باپ تو بھی مال کو لینے گاؤں آیا مگر خالہ کو اپنی زمین، اپنی مٹی سے لڑا بہت تھی۔ وہ یہیں پیدا ہوئی تھی۔ یہیں اس نے اپنی جوانی نہ۔ تھی۔ اور اب مگر اس کی مٹی نہیں ملنا چاہتی تھی۔ یوں وہ اپنے مٹی کی محبت میں بیٹے کی جدائی سہتی رہی۔ اور اب جب۔ کی تنہائی نہیں تھتے دار بن کر نصیب آئی تو چند دن بعد ہی خالہ حیرال کے سینے پر جیسے ایک بھاری بوجھ آن پڑا۔ جب رات کو اس کے سینے میں دھواں بھر کر کھانسی کی محبت میں باہر نکلتا تو پاس کی چار پانی پر لیٹی نصیب کا خیال اس کی کھانسی میں مزید اضافے کا سبب بن جاتا۔ یوں اس کے آنے کے صرف دس دن بعد ہی خالہ حیرال شہر: بیٹے کو قسم دے آئی کہ اگر اسے اپنی مال سے ذرا کمائی

محبت ہے تو وہ نصیب کا ہاتھ تھام لے۔

”وہ میری مری، بہن کی نشانی ہے حیدر۔ میں مر گئی تو کڑی دھوپ کے نیچے بے آسرا کھڑی ہوگی وہ میں ات بڑے مان سے لائی ہوں۔ بڑے غرور سے سہارا بنی ہوں اس کا۔ اب اسے بے سہارا اور بے آسرا دیکھ کا خیال ہی میرے دل کو ترق لیتا ہے۔ مجھے اس کا سہا بننا پڑے گا۔ اس کا ہاتھ تھامنا پڑے گا۔ اسے تو اپنی غریبہ کی آخری التجا سمجھ لے یا حکم۔ مجھے ایسا کرنا ہوتا ہے“
بیٹے کو قہقہے دے کر اپنے مرنے کی دھمکی دے کر وہ بڑی مطمئن ہو کر گاؤں لوٹی تھی۔
”تو فکر نہ کر!“ نصیب کے ہوا میں اڑتے پھرے کو دیکھ کر اس نے کہا تھا۔

”وہ میرا بیٹا ہے۔ ساری عمر مجھ سے دور رہا بھی تو کیا ہوا۔ خون تو اس میں میرا ہی ہے نا۔ تو دیکھ لینا وہ غرور

سے نکلا۔ بس تو بے فکر ہو کر دلہن بننے کی تیاری کر۔ اللہ بخشتے
 تیرے مال باپ نے تو تنکا تنکا جوڑ کر کھا ہے تیرے
 بے۔ مجھے تو کچھ کرنا ہی نہیں ہے۔
 بے فکر ہو کر وہ کھلے آسمان تلے لیٹ گئی تھی مگر نصیب
 - مینڈاڑادی تھی اس کی باتوں نے۔ پھر یہ چند دن عذاب
 - تیرے تیرے اس پر۔ خالہ جیراں نے تو یہ خبر سارے گاؤں
 - نشر کر دی تھی کہ چاند کی گیارہ کو نصیبے کی شادی اس کے
 بچے حیدر سے ہے۔ تب سے ہر روز گاؤں بھر کی لڑکیاں
 - کو جمع ہو کر کانے گائیں۔ اور نصیبے کو مزید بے قرار
 -۔ مگر آج جیسے اسے زمانے بھر کا قرار مل گیا تھا۔
 - سے دھانوں میں پانی پڑ گیا تھا۔ خالہ جیراں کا یقین اور
 -۔ کا غور۔ اور نصیبے کی دُمائیں اور آنسو رنگ لائے
 -۔ دروہ واقعی آگیا تھا جسے اس نے کبھی دیکھا نہ تھا۔
 -۔ کبہ بارے میں وہ کچھ نہ جانتی تھی۔ سوائے اس کے
 -۔ دل کا بہت اچھا ہے۔ اور اب اسے دیکھنا تھا
 -۔ آنے والا دل کا کتنا اچھا ہے۔

کھڑکی سے چپکی ہوئی نوری اور حسینہ کی ہلکی ہلکی، دلی
 ہوئی ہنسی کی آواز اسے واقعی بے حد بے قرار کر رہی تھی۔
 دل کہتا تھا کہ وہ بھی اُٹھے اور بیچ میں حائل صرف دو قدم
 کے فاصلے کو عبور کر کے خود بھی کھڑکی سے جا کر چپک جائے
 نوری اور حسینہ بھی اسے ہنسی ہنسی میں ایک دوبار یہ
 پیشکش کر چکی تھیں۔ لیکن وہ باوجود چلے ہے کے بھی اُٹھ کر
 کھڑکی تک نہ جاسکی۔ کھڑکی کی خاص بات یہ تھی کہ وہ دیرینا
 طرف جس کمرے میں کھلتی تھی۔ وہاں خالہ جیراں اور حیدر
 بیٹھے تھے۔ خالہ بیٹے کو جانے کیا باتیں سمجھا رہی تھی۔ جو ختم
 ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھیں۔

”نصیبے۔ آجانا دیکھ لے اپنے راجہ کو۔“ حسینہ نے
 پھر اسے بلایا۔

”اے تو تو واقعی اپنے نام کی ایک ہے۔ کیا شہزادہ
 آتا رہے خدائے تیرے لیے آسمان سے۔ اری آجانا؟“
 اب کی بار وہ واقعی نہرہ سکی۔ اور آہستہ سے اُٹھی۔
 اور شریکس مسکراہٹ چہرے پر بکھڑے دھیرے دھیرے

ساتھ لے وہ ناک کی سیدھ میں دیکھ رہا تھا، گھنگھرے لے سہاہ
 بالوں سے جواٹھیں کھینک رہی تھی گڑ، دی بھی، وہاں طرح
 خاص، انداز میں ملازم سامیٹھا لے کر آتا اب باگ و باشتا
 کو وہ نہ چلتے ہوئے بھی اسے مخالف کر دیتا۔
 ۱۱ او جی، کتنی دور اور جانا ہے؟ یہ دیر نا مانا میں تو کیا
 ہو۔ اچھا، تو تمنا نا چلی ہے نا۔
 ۱۱ وہ دیکھ لیتا ہے جڑی دیر بعد وہ بولا۔
 ۱۱ جاؤ گی میں جھوٹا نہیں چاہتی۔
 ۱۱ او جی، یہ کڑی آپ کی ہے؟ خودی دیر بعد جس کی
 زبان میں بھی گئی۔
 ۱۱ او جی، یہ کڑی میرے دوست کی ہے، دانست
 ہے میں کہ جو کیا۔
 ۱۱ ہاں، دوسرے یہ کیا کہ جڑی نہیں سکتیں آپ؟
 ۱۱ مومن سہاگ کی ہے؟ وہ خوفزدہ ہو گئی۔
 ۱۱ سانی اگر نہیں، اس نے اسٹرنگ پر کھڑا سارا اور
 ہاتھ بڑھا کر کیٹ لیا، ان کر دیا۔
 ۱۱ بھئی میں نہیں جس کے جو کھا تھا، یہ بیگ کی آواز
 گھڑی میں گونج رہی تھی، آواز اتنی نیچ تھی کہ لے جانے کے
 پر دے، اچھا جب حال کا نا گنا کر آگے آگے
 انفرنگ سے ڈرا ہونگ کر رہا تھا۔ باقی ان تمام راستہ اس نے
 مہی کا تار بار بار دی دینڈر کے ساتھ لے لے لے لے لے لے لے لے
 ۱۱ بھئی، یہ کڑی کھنڈی کو تھپے کی کوشش کر رہی تھی، تاکہ
 گاڑی ایک چوٹ سے، گھر کے سامنے جا کر ٹکے گئی۔
 ۱۱ تو ہے؟ ایک نگاہ نظر اس پر ڈال کر وہ بولا۔
 ۱۱ وہ جی، مہی اپنا گھر ہے، ہاں لے ڈسٹے ڈسٹے
 پوچھا۔
 ۱۱ جی ہاں، یہ اپنا گھر ہے، اس نے اپنا پیرا اس قدر
 زور دیا کہ ہاتھ جھک گیا۔
 ۱۱ وہ دروازہ کھول کر آتا اور دوسری طرف سے آکر
 اس کے لیے بھی دروازہ کھولا، اس کا پیرہ، وہ انداز
 واقعات اس قدر گھر سے تھے کہ وہ اپنے اندر بائیں چوہ
 بن گئی تھی، کسی کو بڑی کی طرح سے ہی جوتی وہ گاڑی سے
 باہر نکلی۔
 ۱۱ اپنا گھر چھوڑ، اپنا گھر؟
 ۱۱ اس کی نزدیک ہر بڑا ہٹ میں سے چند الفاظ۔

نصیب کے کانوں میں ہی بڑے، کئی آنسو پھول پھول کر
 پلاؤں کی منڈر تک چلے آئے اس نے پھل پھٹتے تھے
 لاکھ کر نہیں واپس ملنے سے آکر لیا، جہن میں جہن جلتے
 سکتے دلہن کیسے پانی سے کٹی چکے ہوئے اور تمام
 آوازوں سے، بے خبر دروازہ کھول کر کدو اندر داخل ہو گیا۔
 نصیب نے چند گھنٹے پہلے، سانس لے کر اپنی کیفیت
 پر کڑوا یا انداز اس کے پیچھے پیچھے اندر آئی، گھر بڑا
 مگر بے حد خلوص تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی کوئی
 میں چھوٹا سالان تھا، جس میں گلاب کے کئی رنگ کے
 پھول کھلے ہوئے تھے۔ چھوٹا سا پرچہ مہرور کر کے اس نے
 دیکھ کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا، جب تک
 وہ چوٹ تک پہنچا، ہر گھر پر گھومتا دروازہ کھٹ
 سے آکر اس کی ناک سے لگا۔
 ۱۱ ہائے مگر، یہ وہ کھنڈی تھی مگر مار کر دیں، بھئی۔
 ۱۱ آفونہ کیا چوٹ کھنڈی؟ یہ صوفیہ کال سے دس گھنٹے
 واقف تھا چھوٹا ہی تھی پھولوں میں ڈال کر لچھا۔
 ۱۱ ناک چوٹ گئی ہے جی، وہ تو لڑکی اور دوسرے
 بھلا، جاتا پھری برکت، بہانے بڑے پردہ بات بنا کر
 زار و بار وارتے نکلی۔
 ۱۱ ناک چوٹ سے بڑی ہوتی ہو، مجھے دیکھو قیمت چوٹ
 گئی ہے؟
 ۱۱ وہ اپنا کھنڈی بننے لگا نصیب نے بول لکھ جانے
 پر سہرا سے سر اٹھا کر لے دیکھا، ایک ہاتھ سے پیشانی
 تھامے، دوسرا ہاتھ پیشانی کی جیب میں ڈالے، سر روٹ
 صحت مند اور بے حد وجہ پر غصہ کا لاکھ بول اندر
 زور سے بھینٹا جاتا وہ سیدھا اس کے دلیں آکر گیا۔
 ۱۱ ارے تمہاری ناک سے توخ بہہ رہا ہے؟ وہ
 اپنا کھنڈی چھوڑ کر اس کے بل اس کے پاس، بھئی گیا۔
 ۱۱ ناک چوٹ کئی گئی؟
 ۱۱ جیسے درمال نکال کر اس کی طرف بڑھا یا۔
 نصیب نے درمال سے پہلے آکھ صاف کیے پھر خون پونچھ
 کر آکھ کھڑی ہوئی۔
 ۱۱ دیری، کتنی تھوڑی تھی نہیں اتنے زور سے چوٹ
 گئی ہے؟ وہ اپنے پٹنے پر غرغروہ چھا۔
 ۱۱ اس سے پہلے دلی چوٹوں کی خبر نہ تھی آپ کو؟ اس
 نے دل میں سوچا۔

چلو گھر دیکھو، وہ دائیں جانب ایک دروازہ کھول کر
 ۱۱ دروازہ کھول دے، کھنڈی کی طرح پیچھے پیچھے لے رہی۔
 ۱۱ بالکل جھوٹا سا کڑا، ایک موند سبب اور بیج
 میں شے کی منڈر کے میں رکھی کارڈ پر لپٹا ہوا ناک سے لگان
 میں سر نہ لگنے کے پھول سے تھے، کھنڈی کو پرانا کر
 کے بڑے خلوص سے دے رہے تھے۔
 ۱۱ او جی، یہ ہٹ چک ہے؟ نصیب کو وہ چھوٹا سا بونگ
 کر سبب پسند آیا۔
 ۱۱ آج ہی، وہ بائیں اس کے انداز میں بولا۔
 ۱۱ بھئی، آپ آگے، ابھی دیکھ لیں، یہ طنز یہ انداز چند
 لمحوں میں ہی پلٹ آیا تھا۔ اور وہ اس کے کچھ دیر قبل
 ۱۱ ہم بڑے بڑی بڑی بڑی تھی، اپنا کھنڈی بن گھڑی بڑ
 گئی۔
 ۱۱ ہر مجھے اپنے قابل نہیں سمجھتے، بتائیں خالہ نے
 لیا کیوں کیا؟ یہ پہلی بار ماری کی پہلی بڑی لڑکی اس کے اندر
 آئی، پھر چھٹک کر وہ دوبارہ اس کے پیچھے چل دی۔
 ۱۱ کارڈ پر لپٹا ہوا بائیں جانب دروازے سے بیٹھا
 دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔
 ۱۱ اوہ ماما کا؟ اندر کا نقشہ دیکھ کر بے اختیار حیرت
 کے منہ سے نکلا۔
 ۱۱ چاروں دیواریں چھوٹی کی ہیں سے ڈھکی ہوئی تھیں،
 ہٹنگ کے چاروں طرف بھی لوہا لٹک رہی تھیں، اور دیوار
 پر گلاب کی سرخ پتیلیں سے ڈھکا ہوا تھا۔ نصیب تیرت
 کے کھڑی تھیں، سر ہٹا رہی تھیں۔
 ۱۱ اس کے بل اس کے پاس، یہ بھئی۔
 ۱۱ پریشان ہے، عالم میں کھڑا تھا ایک دم چوٹا۔
 ۱۱ اس نے کیا؟ بھئی خیال میں وہ اس کا سوال
 نہ کرتے لگا۔
 ۱۱ اس نے کیا؟ اوہ تو؟
 ۱۱ اس نے پہلی ہی پرگہ مارا اور پھر کمرے میں مارا
 لے لے لے لے لے لے لے دوسری دیوار تک جانا شاید
 اس کا محبوب تھا، نصیب نے بڑی بڑی اسے گھورتی
 رہی۔ اور پھر اپنا کھنڈی پر بڑے دورہ سا ڈال دیا۔
 ۱۱ ماما، اور دیواریں صاف کھنڈی کرنا رہے لگا۔
 ۱۱ چند ہی لمحوں میں بائیں کی طرح اس نے ماری میں لپٹ
 ڈالیں۔
 ۱۱ اور میں چوٹوں میں بلی سہاں کا سر دیکھ رہی تھی

کر رہی تھیں، اب اپنا کھنڈی پر بڑے دورہ مار رہی تھیں۔
 ۱۱ اس نے اس کی بلی میں کیا کیا، بلی کے چھوٹوں کو پاؤں سے کھینچنے
 کا عمل ہی شروع کر دیا۔ نصیب کو اس وقت اس کی بلی بائیں
 کا کان چوڑا ہوا تھا۔ سانس روکے، انکھیں پھاڑتے وہ کسی
 شے کی طرح سناٹ کھڑی تھی، گلابوں کی جگہ سے مستقل میں
 اپنا، بڑا ڈنڈا کر رہا تھا۔ جس غصہ میں اس قدر غصہ بھرا ہو
 اس نے اور اندیشہ کی کیا کیا جاسکتی تھی؟
 ۱۱ ماما، میں بے حد وہ بے حد بے حد بے حد بے حد بے حد بے حد
 ہاتھ کر رہا ہوں، کڑا رہا ہے۔
 ۱۱ ناک، کوئی پریشانی ہے جی؟ یہ بڑی کوششوں اور
 ہمتوں کے بعد وہ کسی قدر بائیں کا آواز میں پوچھنے کے
 قابل ہوئی۔
 ۱۱ اس نے سرخ رنگ کا نکال نکالیں، چند لے
 اسے گھومتا مارا پھر اپنا کھنڈی پر بڑے دورہ مار رہی تھی۔
 ۱۱ ساری پریشانی، تھوڑی صبر سے تھوڑے۔
 ۱۱ وہ ہر کھنڈی میں ہی اس کی نیت دھڑے جا کر
 دیوار سے لگتی، وہ نشتا تاروا اس کے کھنڈی سے کھنڈی سے
 باہر نکلتا، وہ انکھیں پھاڑتے، دیوار سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 جانے لگتا، وہ دوبارہ اس طرح سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 پر گیا، بلی کی پھرتی مار کر حواس میں لائی۔
 ۱۱ اخلاقی صفی کی آواز کڑا یہ حیدر باہر گیا تھا۔
 ۱۱ کیوں کہ اس کے قدموں کی چاپ، دور ہوئی، سناٹ دی تھی پھر
 اپنا کھنڈی پر بڑے دورہ مار رہی تھی۔
 ۱۱ ہاں، سناٹے، اس نے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 سے کیا کھنڈی کی کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 ۱۱ تھی۔
 ۱۱ نہیں ماما، یہ اپنا کھنڈی پر بڑے دورہ مار رہی تھی۔
 ۱۱ کوٹا کر گیا تھا، یہ حیدر کا آواز دھڑے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 ۱۱ ارے دھیم بادلوں کا مار ہے، ہاں وقت پورے
 آؤں کو کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 پسند آیا ہے، قتلے پورے دونوں کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 ۱۱ اوسے باہر لوگ بائیں کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 اس نے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے
 ۱۱ اور ہماری حال ہی میں؟
 ۱۱ اب یہ کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے کھنڈی سے

نہیں، حیدر کے بعد کسی شوق آواز نہ کیا اور ایک زبردست قہقہہ پڑا۔

» اچھا تو تم لوگ یہاں کارڈیڈ میں کیوں کھڑے ہو۔ چلو! آئیٹنگ روم میں چلو! «

» پہلے جاننا کہ دیدار کا وہ کسی نے بیچوں کی طرح مندرکے «

» اچھا! جہاں چلو تو میں « وہ دیکھا انہیں مکمل ہاتھ تھا۔

» جہاں « جمال جان « ڈارلنگ نے آگے بڑھے حیدر کا کپڑا زبردستی شوق سا دوست تھا جس نے بیڈ روم کی جانب منہ کر کے آئنگ لٹکا رکھی تھی۔

» نیچے نے کھڑک دوپڑے پر اور با « اور بازنس آئی کی کیلیبٹ ہرے قہقہوں سے وہ آہستہ آہستہ ڈرائنگ روم کے دروازے تک آئی۔

» سسر « میں جی آئی کی کی آئی کی « اس کی بڑی بہن کسی آواز نہ لگتی تھی مگر اچانک جی اندر سے آئی خود غل کی آواز کا گم نہیں۔

» اے نا نا « کسی « دوست نے غالباً کم سے کم نیند کو ٹھوکا دیا چوکا۔

» ہاں ہاں « اس نے تھوکی نکلنا۔

» آ « اچھا نا نا «

» اسے یہ چارہ دوست تو پہلے دن ہی گیا «

اسی پہلے نے دوبارہ ضرورت سے کہا اور بے ہوش ہو گئے۔ اور پھر اچانک ہی سب کی سب کی کو بیک تک گئے۔ نظروں میں تھکے، ماتھے کو دوپڑے سے اٹھا دھانچے ہوئے وہ اندر آ کر بیٹھی گاڑوں سے پہلے ہرے جی اس کا مطلب۔

اس قدر ضرورت ہو رہا تھا اور اب مزید ترسب و پریشانی ڈوٹائی شکل اختیار کر چکا تھا۔ چنگے باگرسے زبردستی کے سوٹ میں وہ اس وقت کوئی لاڈل ٹانگ رہی تھی اس پر جوت کھائی ابھی خاصی ستواں لگا بھی چھوڑ کر غارہ بن چکی تھی جس قدر ایک سیج اس نے کیا تھا وہ اب آسٹون اور پینے کے صاب سے کیڑوں میں لپکا تھا۔

» ہم ہیں « تو لوگوں کے لیے چائے پانی کا بندوبست کرتا ہوں « ان لوگوں کا پہلا تاثر اور نیچے کی شکل دیکھنے کے بعد حیدر کی جوت صاب سے دھو گئی وہ نظروں میں چرنا ہوا تیزی سے آنکھ پر چلا گیا۔

» سلام « جی « اس کے جانے کے بعد نیچے نے سلفے تک ہاتھ سے جا کر ان سب کو سلام کیا۔

» آپ « پہلے نہ جاننا! « اپنا کب الی میں سے کوئی ہوش میں آ کر نیچے سے کن کیچوں سے کچھا۔ وہ تعاد میں چارہ گئے۔ اور چاروں حیدر ہی کے ہی عمر تھے۔ وہ چپ چاپ کوٹنے والے صوفے پر ٹپک گئی۔

» ٹپک « کہیں ہیں آپ « ان میں سے ایک نے گفتگو کا آغاز کیا۔

» ٹپک جی « وہ آچسکی سے بولی۔

» کب « کب آئے آپ لوگ « پھر کسی نے انگ کر پوچھا۔

» جی آج پہنچے ہیں جی « وہ پھر بول کر خاموش ہو گئی۔ وہ چاروں بھی اچانک ہی خاموش ہو گئے تھے جس وقت حیدر جانے کے شرے اٹھنے اندر داخل ہوئے۔ وہ سب اس طرح چپ تھے جیسے کسی جتنا سے پر ہر کرے ہوں۔

» تم جی اندر دھڑے میز پر رہ گئے ہوئے « وہ اس سے بے حد آچسکی سے بولا۔ وہ چپ چاپ آنکھ اندر آ گئی۔ اس کی لمبیت محنت لکھتے چوری تھی۔ باگر اس نے آہستہ آہستہ سارے گھر کا جائزہ لے ڈالا۔ اس میڈروم کے علاوہ ایک « چھوٹا سا کرا اور بھی تھا۔ چپ نے فی الوقت اس کو کا کھاد دیا جاسکتا تھا۔ ایک چھوٹا سا مین تھا جس کے آڑ میں کچن تھا۔ آئیڈل باجھ دووں کر دھانے کے درمیان تھا۔ اور دووں کر دھانے میں لٹکا تھا اس وقت وہ چائے اور زنجی دووں اختیار سے ٹھکان غصوں کو رہی تھی۔ سنہ دھوئے کی غرض سے وہ باقرہ دم میں کسی بھی لائٹ کھول کر بیٹھے ہی وہ واٹس مین کے سارے کھڑے کھڑے چوٹی اس کی نشاندہی ہے، زبردستی سے لے کر بیٹھے پر بیٹھے « آگ « حیرت سے اس کے منہ سے نکلا۔ چونہ وہ کھلی ہاتھ بندھے اپنے ٹکس کو کھوڑی رہی اور پھر بے اختیار ہی اس کی جھٹی لٹک گئی۔ اپنا اس قدر بد صورت ٹکس وہ نہ دے میں پہل بار دیکھ رہی تھی، کافی پر تک وہ یونہی ہر تھی کہ پھر تل کھول کر منہ دھوئے گئی۔

وہ شام کو سکر آگیا تو وہنا دھو کر کپڑے بدل گئی تھی۔ چھوڑ کر بلا سوٹ سے چھوڑ کر مقابلے میں لپکتا بہتر لگ رہا تھا۔ اور دوپٹے پر چکر لگ گئے۔ گے جانے سے قبل چھوڑ کر کھڑے ہوئے تھے۔ چلنے لپے اس کے سر ہانے

میر جی کاٹے کھڑے چوٹی وہ اس کو کافی بہتر کھڑے میں نظر آگئی۔ میر جی کاٹے «

» آگ « مگر یہ تمہارا ٹیکہ کام « وہ اچانک ہی بالوں کی کاپی انڈر اندر کر دیا « اس کی جی « اولاد کے غلبے میں جانی کو اس قدر ترجیح «

» ہاں ٹیک ہے « کہ دو « وہ آنکھ پر ٹپک گیا۔

» زبردستی « وہ منتظر تھا کہ اس سے آگے نہ بڑھے کرش پر وہ « بیٹے باجوہ کی زحمت گوارا کرے۔ مگر جب وہ مہر برب رہا تو وہ واپس لوٹ کر حیدر سے ایک دنگا وے چلائی اور پھر چکا ناچول گیا۔ اس کے بال « بیٹے اندر چلا گیا کہ میں « گھنٹوں تک سیاہ گئے، چنگے بالوں کی انباری ہی ہوئی تھی کسی بڑی کی حوالے سے اس کی پسندیدہ ضرورت لیے بال تھے۔

» یہ حیرت تھی کہ اس نے اپنی تمام زندگی میں اس قدر عین بال نہیں دیکھے تھے۔ جب تک وہ وہاں کھول کر باہر نہیں چلی تھی تب تک وہ اسے یونہی جاتا دیکھتا رہا۔

» کا سین بال میں « اس نے پٹی بارال کی کی تیز کو سربلہ اور پھر جاتے تک اپ « اٹھا کر بولنے لگا گیا۔

دوسرے دن وہ صبح آنکھ کس چلا گیا تھا حالت روبرو وہ اپنے میڈروم میں لائٹ تھا کو سگ تھا تب نیچے چپ چاپ « دوسرے صبح کو سگ میں ایک دوی بھاڑ کر تھی جی چپ قسمت میں ایسا ہی لکھلے ہوئے تھی سب اس نے چپ چاپ دل کو کوشی سے ڈال کر دیکھا کہ اتنا تو کھارہ ایک چھت کے نیچے تھی ایک « منہ بول سہارے کے جہاز تھی۔

دوسرے دن وہ اسے دیکھا کہ باوری جاتے میں آئی تھی « انڈیا برا جاتا جاتے نہ کر دیتی تھی اور وہ ناوشے سے ناشا کر کے چلا گیا تھا۔ اور اب وہ صبح ہی کر کے کیا کرتا ہے « کافی سوچ بچار کے بعد اس نے جالو بھیل اور کھڑکی صفائی میں مصروف ہو گئی۔ مین چار ان سے صفائی نہ کرنے کے باعث کھڑکی تہہ چورہا تھا جو وہ دنگا کر پوچھا بھیرنے میں اس کا کافی پر تک گئی۔

اس کے بعد وہ کچن میں آکر ڈوٹ کی تلاش کرنے لگی۔ مزدور کی تقریباً تمام اشیاء موجود تھیں۔ اس نے بڑی سوچ بچار کے بعد حال چاندل بنائے۔ سلاٹ کے لیے وہ میز کاٹ رہی تھی کہ بیل کٹی گئی « اس نے جا کر دروازہ کھولا تو وہ کھڑکی اندر سے آگیا۔

» سسر « ذرا اپنے کپڑے دکھاؤ « اندر آ کر وہ اس سے بولا۔

» جی « دیکھ لیں « اس نے دوپڑ ٹپک کر کے دامن چھڑا۔

» اسے یہ نہیں « وہ جو سلاٹ لایا تھا اس کو سہے کے ٹپک کو بھر کے « وہ دکھاؤ «

» آئی جی « اس نے جہاں جہاں اپنا ٹپک گھٹ کر نکالا۔

» دیکھیں « جی کہ اسے « ہاں «

» فی الحال تو میری جس تبدیل ہونے « کوئی اسکا نہیں ہے « وہ چرچکی۔

» آئینہ کی خبر نہیں « میں تمہارے لیے ہی دیکھ رہا ہوں «

» جیسے « کیا مطلب «

» مطلب « اوہ اچھا، مطلب یہ کہ میرے دوست آج میں ٹپک لینے کے لیے « اس نے میں جاتا ہوں کہ آپ ان کے سامنے کوئی بے حد شوق چورہا دیکھ کر میرا سراب نہ ہو سکیں۔ اور ذرا کی سوچ لڑائیں « وہ چلنے لگے لیے میں بکر ٹپک کھٹکے لے دگا۔

» بات یوں تو اس کے سرے گزری پھر بھی وہ غامض سے اس کا کاروان دیکھی رہی « ایک ٹپک کو اس نے سارے کپڑے پر بار دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر اس دھڑی کو کھڑے لگا۔

» کوئی بھی پسند نہیں آگیا جی « اس نے بڑی مایوسی سے بولا۔

» نہیں نہیں کیا بات ہے ان کی « بڑی بڑی میزوں پر ہمیں ان قیمتی بھولت سے « وہ بولا اور پھر سر جھٹک کر کھٹک لٹک لٹک دیا۔ وہ حیرانی سے اس میں میں تولہ پل میں مانتہ بعض کو دیکھتی رہی۔

» خبر کی بات نہیں « وہ بکر ٹپک اور داسا زونیک آکر ہنوز اس کو کھڑے لگا۔

اس کاروائی پر وہ ایک دم بوکھلا کر دوپٹے سے ماتھے کا پینہ پر بچنے لگی۔
 "شاؤد یہ دوپٹہ؟" وہ یکایک سختی سے بولا۔ نیکیب نے گھبر کر ماتھ پر لگایا۔
 "ہوں ٹھیک ہے؟" اچھی طرح اس کے نعوش کا سامنا کرنے کے بعد وہ قدرے مطمئن ہو کر بولا۔
 "ہاں دیکھا؟"
 "جی ہاں۔"
 "ادھر آگے کرو ہاں۔" نیکیب نے جھٹ بٹایا۔
 آگے نا۔
 "کیا کھاد دلاتی ہو ہالوں میں؟" چشما کی لمبائی دوسٹاں دیکھ کر وہ مسکرا کر بولا۔
 "نہیں جی، کھاد کیوں ڈالوں گی؟" وہ بڑی حیران ہوئی۔
 "متھارا بھروسہ نہیں اس لیے بچھ لیا؟" وہ مس دیا۔
 "کیچہ پیکھا یا ہے؟"
 "ہاں جی، دال چاول پکھائے ہیں؟" وہ خورہ بولی۔
 "نکالوں؟"
 "ہاں میں ڈرامہ دھولوں؟" وہ کھتا ہوا تھوڑی دم کی جانب مڑ گیا۔

"حکم کرنی جی؟" اس نرم لہجے پر وہ ایک دم گھٹل گئی۔
 "اپنا کلیم کام چھوڑ دو؟" وہ بڑی میزاری دعا بازی سے بولا۔
 "یہ اگر ہمارا کار آغاز؟" وہی "اسے زنجی کرو کرو گون حرج ہے؟"
 وہ اسے چند لمے تک ہی جھڑپا کر اس کے پٹے پر لگی۔
 "اوہ۔" اچھا جی، کوشش کروں گی جی؟
 "ہم چھوڑتی۔ جی۔ جی۔ دی رٹ۔ یہ جی کے بغیر کھانا کھنہ نہیں ہوتا تو نہیں؟"
 "اچھا جی نہیں جی۔" وہ۔ "اب نہیں بولوں گی؟"
 اس کے گھٹسے پر وہ بڑی سستی سے بولی اور تیز رفت سے سرتھام لیا۔
 "دیکھ کر کھانا کھانے کے بعد وہ اس سے مقابلہ چڑا۔
 "سنو، اب تم جلدی سے نہ ہالو؟
 "وہ لوگ کہنے والے ہیں؟" نیکیب نے اٹھنے سے روئے وہ چپکلی۔

"نہیں، انہوں نے تو رات میں آنا ہے۔ ابھی نہیں۔" اسے چلنے سے روک دیا۔
 "کہاں؟"
 "ہے ایک جگہ۔ سوالات مدت کرو۔ کہہ نہاں اور سنو یہ ایک من بدو درم کا جو بن لگا رہا ہے۔ اسے ابھی طرح سے ڈالنا۔ دوسرے شہر پر نا۔ ہمیں؟"
 "ہاں۔"
 "کہاں؟"
 "سنگھڑی؟"
 "تو جی، نہیں بولا جاتا یہ؟" کہا جوتا ہے؟
 "آپ ہمیں سے تو مت کیسے نا؟" وہ بے جا دلچسپی سے بولی۔
 "پھر کیسے بولوں؟"
 "اچھا جی؟" اسے ہنسی آگئی۔
 "زیادہ غلام مت بنو۔ اور نہاں بوجا کر۔"
 "اچھا جی؟" وہ کڑی اور بھرپور لگی۔

"چلو آؤ؟"
 وہ چپ چاپ آکر آئی۔
 اندر تین چار دکانیں موجود تھیں۔ چاروں طرف لگے دیوار گیر کرائیوں کو وہ حیران سے دیکھنے لگی۔
 "یہ بڑی واقعہ ہیں؟" وہ ایک سوئی کی صورت سے کھڑا تھا۔
 "ان کا بارڈر ایک آپ کر دینی ہے۔ بالوں کا بھی کوئی اچھا سا اسٹائل بنادیں۔ میں فوراً ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ ایک ڈیزائنر کے بعد ایک کرلوں گا؟"
 "ٹھیک ہے۔ آپ اطمینان سے جائیں؟" وہ۔
 "مسکرا کر بولی۔
 "شیک لیو؟" وہ دھڑک دھڑک لگا۔
 "دھک دھک کرتے لگا۔
 "آئیے، آپ ادھر جائیں؟" وہ اسے لے کر دور کی طرف آگئی۔
 اور دیکھ دو گھنٹوں بعد جب وہ اسے لینے آیا تو وہ آگے سے من خود کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ آگے کی بیک کونگ اس کے چہرے پر بے حد صدمہ کر رہی تھی۔
 "سلیپ سے کیسے کھٹے بیگ آپ نے واقعی اس کے چہرے کو بالکل نیا رنگ دے دیا تھا۔ تیز رفت سے منٹ کرنے کے بعد اس کو ایک ڈیزائنر لکھا۔ اور چلنے کا ہیکر ہار لگایا۔

بیوفی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیرا مل

گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
 بال لیے اور گھٹنے کرتا ہے
 سنے کا بنیہ: ۳۰ مارڈ بازار، کراچی

”اے اے بی بی! سہو نے یہ کہہ دی تو میں سکھا دوں گا آپ کو۔
پتا ہے میں خود تھلاؤں میں بیٹھوں گا۔“
”اے چھوٹا بھائی! تم مجھے کبھی نہیں دیکھا؟“
”سکھا دو مجھے؟“
”ہاں! میں تمہیں سادھ بولیں گا۔ یہ روز اگر تمہیں کچھ

بڑھا دے کہ یوں حسن ہے؟“
 ”جی ہاں“ وہ بڑھتی ہوئی ہلکی سی آواز میں
 بول کر آؤں گا۔ اس کی آنکھیں پروردہ جاگ چکی ہیں۔ اب
 میں اس کی آواز پر توجہ سے مائل ہوں گا۔
 ”چہ روز آ کرنا کہانیوں کے لیے کہیں آ رہا ہے کہ وہ
 بھی کبھی کشمکش ہونے لگی۔
 ”ہی آئی روز آؤں گا“
 سادہ سادہ دھڑکی دے کر کہیں آئی اس سے ای موضوع پر

[illegible][illegible]

”اے ایس۔ ایس۔ ہی“ وہ شرمندہ ہوئی۔
 ”اے ایس۔ ایس۔ ہی“ وہ نصیحتاً تھا۔
 ”یہ وہ ایک کو پسند ہے نا انگریزی بولنا۔ تو اس لیے“
 اس نے سرخ چہرے ہونے کے ساتھ بتایا۔
 ”افوہ۔ تو یہ بات ہے۔“ وہ زبردست مسکرایا۔
 ”پھر اگر تیرا فرنگستان بولنا۔ اسے فارسی بولنا۔ بی فار۔
 بشر فلانی یا“
 ”نہیں جی۔ بی فار بیت ہوتا ہے۔“ اس نے تصحیح
 کی۔ ”اس میں بھی لکھا ہے۔“ وہ بے ساختہ ہنس دیا۔
 ”نہ لکھا۔“ وہ ہاں۔ ”سوری غلطی ہو گئی۔“ دراصل میرا دماغ کچھ
 کمزور ہے۔ نیز کہ منہ جو بھی بلٹی ہے میرا بی فار کما کر درست
 کر دیا کریں“
 کتاب اس کو تھا کہ وہ مگر واپس اندر چلا گیا۔ وہ دم
 واپس کھڑی سوچتی رہی کہ وہ مذاق کر کے کیا ہے یا طنز۔
 ناشتا کر کے وہ چلا گیا تو اس نے اپنی تمام چیزیں
 جمع کیں۔ اپنا رنگ تیار کیا۔ پھر کھانا بنا کر رکھا اور بیروں سے
 بدل کر گھر سے باہر نکلی۔ سامنے ہی ساجدہ کا گھر تھا۔ اس
 نے ہل بھالی کور دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھلنے
 کا انتظار کرنے لگی۔ دروازہ ساجدہ سے ہی کھولا تھا۔
 ”اے نصیب تم؟“ وہ خوش ہو گئیں۔ ”اؤ نا۔ وہ
 اسے بڑے پیار سے اندر لے گئیں۔
 ”کیا سوچا کچھ پریشان لگتی ہو؟“ انہوں نے اسے بٹھا
 کر بغور اس کا چہرہ دیکھا۔
 ”ہاں بائی۔ اس نے ہتھیلیاں سیلیں۔
 ”کیا چوہا؟“ میرا بیٹا چھوٹا چھوٹا پر رونا رہا ہے کیا؟
 ”بچہ کی شکایت لاتی ہو؟“ وہ ہنسنے لگیں۔
 ”ساجدہ بائی، آپ مجھے میرے گاؤں تک پہنچا
 دیں جی!“ اس نے اپنے بغیر اپنا مدعا بیان کیا۔
 ”کیوں؟“ وہ اچانک ہی سنجیدہ ہو گئیں۔ ”کیا چوہا؟
 ”نہ لگتی ہو؟“
 ”نہیں جی! لڑنا کس سے ہے؟ نصیب سے کون
 لڑ سکتا ہے؟“ وہ افسردہ ہوئی۔ ”نہیں ایک میں اپنے گھر
 جاؤں گی۔“
 ”تمہارا گھر تو یہی ہے۔ اور کون سا گھر ہے تمہارا؟“
 ”میں جی غالی مکانوں کو گھر سمجھ رہی ہوں۔ میں

کسی لڑکی میں تعلیم اور رہن سہن کا۔ بس نا۔ اور اتنی سی باتیں
 بھلا کیا اہمیت رکھتی ہیں۔ تم بس بھی احساس کمتری کا شکار
 مت ہونا۔ میں یقین ہے کہ کسکی جڑوں جلد ہی تم اپنے گھر
 بادل جیت لو گی۔
 ”مجھے ساجدہ بائی،“ وہ کھل اٹھی۔ ”میں ضرور کوشش
 کروں گی۔“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
 ”اے بیٹو تو ابھی تو میں نے تم کو چاہے جی نہیں
 پلائی۔“
 ”چائے اب میں پلاؤں گی آپ کو۔ آپ نے میری
 مشکل آسان کر دی ہے۔ کتنی اچھی ہیں آپ۔“
 ”تم خود بہت اچھی ہونا۔ اس لیے تمہیں سب ہی
 اچھے لگتے ہیں۔“ وہ ہنسنیں۔
 ”اچھا بائی اب میں جاتی ہوں۔“ جسٹن نے کتنا کہیں
 نے پوری کتاب یاد کر لی ہے۔ اب مجھے دوسری کتاب
 لادے۔
 ”اچھا اچھا۔“ وہ منہیں۔ ”اسکول سے آئے گا تو بیچ
 دوں گی تمہارے ٹیچر کو۔“
 گھر کے کمرے کے کونے کونے پر پڑائی میں غافل
 خواہ کمی ہو گئی تھی۔ ساجدہ کی آنکھوں نے اس کے اندر ایک
 نیلا ولولہ اور نیلا غم پیدا کر دیا تھا۔
 ”خواہ کچھ ہو جائے میں انہیں کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤں
 گی۔ اس نے سوچا۔
 ”ہاں بھلا کیا کہیں گے ان کے دوست کہ بیوی چھوڑ
 رہا جا گئی۔ اور پھر خالہ کیا سوچیں گی کتنی باگلی ہوں میں
 ان کے لیے اور پریشان کیا کھڑی کرنے جا رہی تھی۔ اب
 میں بالکل فری ہوں جی بن جاؤں گی۔ چھٹی وہ چاہتے ہیں۔ پر
 انہیں کسی لڑکیاں پسند نہیں؟ اس نے سوچا اور دیر نہ
 سوچتی رہی۔
 اور اچانک اس کے ذہن میں بجلی سی کوئی وہاں
 وہ رشتا اس کے ساتھ کبسا نہیں ہنس کر باتیں کر رہے
 تھے۔ کتنے غور غور سے دیکھ رہے تھے اس کو۔ کتنی بے یقین
 کر رہے تھے اس کی کچھ تو سناڑی پہننا نہیں آتی۔ میرے
 تو بال بھی لمبے ہیں۔ چوہہ کیا کرے؟ اس کی گائیں چھوٹیں
 نا۔ بس ڈرا تھے۔ انگریزی آجائے۔ اس نے سوچا اور غور نہ
 ہر کام میں لگ گئی۔

چاہتے بنا کر وہ ڈرائیونگ روڈ کے دروازے پر
ساتھ دھک دے دروازہ ہمارا کھول دیا۔
کھانا پکاتے ہوئے اس نے جان بوجھ کر جھری لے
آج کے تھکے ہوئے ڈرائیونگ کے بعد اس نے اندر کا
کچن دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔
ہم کو کھانا دیا۔ ساتھ ہی ساتھ خود سے کھانا غلام بھی
دل میں بڑھ رہی تھی۔ چہرے ہنسنا کا ارادہ اس نے پہلی
کر دیا تھا۔

دوسرے دن تمام اسول سے فارغ ہو کر وہ
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

دوسری چیزیں خریدیں اور
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

سوئے سوئے اس نے کرپٹ لی اور پھر کھینکھنک
دیں۔ شام دھل رہی تھی۔ کچن کی روشنی بجی اسے سوئے
ہوئے۔ ایک چائے لے کر وہ اٹھ گئی۔

آج کو تان کو چاہتے نہیں بھی دی ہاں سے سو جا۔
اور جاکر باہر کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

بہن کی سادھی ذرا سی ایچی نہیں بدلتی تھی نا
میں بھی کچھ لوں کی سادھی باقی سے۔ لیکن چلوں کیسے باقی
نہیں اور سستی سے پہلی ہوتی سادھی سے اس کا قدم بڑھنا
خالی ہو گیا۔

بہن کی سادھی ذرا سی ایچی نہیں بدلتی تھی نا
میں بھی کچھ لوں کی سادھی باقی سے۔ لیکن چلوں کیسے باقی
نہیں اور سستی سے پہلی ہوتی سادھی سے اس کا قدم بڑھنا
خالی ہو گیا۔

بہن کی سادھی ذرا سی ایچی نہیں بدلتی تھی نا
میں بھی کچھ لوں کی سادھی باقی سے۔ لیکن چلوں کیسے باقی
نہیں اور سستی سے پہلی ہوتی سادھی سے اس کا قدم بڑھنا
خالی ہو گیا۔

بہن کی سادھی ذرا سی ایچی نہیں بدلتی تھی نا
میں بھی کچھ لوں کی سادھی باقی سے۔ لیکن چلوں کیسے باقی
نہیں اور سستی سے پہلی ہوتی سادھی سے اس کا قدم بڑھنا
خالی ہو گیا۔

بہن کی سادھی ذرا سی ایچی نہیں بدلتی تھی نا
میں بھی کچھ لوں کی سادھی باقی سے۔ لیکن چلوں کیسے باقی
نہیں اور سستی سے پہلی ہوتی سادھی سے اس کا قدم بڑھنا
خالی ہو گیا۔

بہن کی سادھی ذرا سی ایچی نہیں بدلتی تھی نا
میں بھی کچھ لوں کی سادھی باقی سے۔ لیکن چلوں کیسے باقی
نہیں اور سستی سے پہلی ہوتی سادھی سے اس کا قدم بڑھنا
خالی ہو گیا۔

بہن کی سادھی ذرا سی ایچی نہیں بدلتی تھی نا
میں بھی کچھ لوں کی سادھی باقی سے۔ لیکن چلوں کیسے باقی
نہیں اور سستی سے پہلی ہوتی سادھی سے اس کا قدم بڑھنا
خالی ہو گیا۔

بہن کی سادھی ذرا سی ایچی نہیں بدلتی تھی نا
میں بھی کچھ لوں کی سادھی باقی سے۔ لیکن چلوں کیسے باقی
نہیں اور سستی سے پہلی ہوتی سادھی سے اس کا قدم بڑھنا
خالی ہو گیا۔

بہن کی سادھی ذرا سی ایچی نہیں بدلتی تھی نا
میں بھی کچھ لوں کی سادھی باقی سے۔ لیکن چلوں کیسے باقی
نہیں اور سستی سے پہلی ہوتی سادھی سے اس کا قدم بڑھنا
خالی ہو گیا۔

کٹ کٹ قہقہے پلے کی آواز سن رہی تھی۔
ہاں نصیب! سادھی باقی سے فرش پر کھڑے
لے، سیاہ بال دھک کر ڈن تھام لیا، مگر وہ میرے روتے
اپنے شاہین ملک کے بال ہلا کر آئینے میں بدلتی رہی۔
وہاں سے واپس ہراس نے ہانسا سے ایک سادھی
خریدی۔ ڈیپ لکڑی کی سادھی پر گولڈن پھول سے
بڑے تھے۔ ساتھ ہی چینگ کی گولڈن ٹارگٹ سی پینڈل
لی تھی۔

گولڈن ٹارگٹ سے دو خوش تھی۔ لیٹرور کھجور چیزیں
دیکھ رہی تھی کچن کا گولی کا ہار، ہینڈ پٹ اس
نے ساری چیزیں چھانچیں۔ بڑی ہی بناؤں سے میرا چھانچا
اور باہر کے کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے
پہلی اور بال کھانا کھا کر سہ ماہی کے

تفصیلات پر کتابیں	
9/-	ڈیجیٹل انفرمیشن: عدنان مجیدی
9/-	پاکستان ہونا چاہیے
9/-	آپ کا ہاتھ
9/-	نیکویتی اور سبیل جی: بی۔ اے۔ نکمٹ
19/-	چینی میس
19/-	صوفیہ صفی
19/-	خوشنیت کی لکھ
10/-	خوشنیت کی تصویر
10/-	انڈازت ساسی
9/-	تیسری آنکھ
10/-	تعلیمات علی جبران
12/-	زردیے

شفیع بزرادین
566 پوسٹ بکس
74100 کراچی

سے چوٹ لگی تھی۔ اسی لیے آنسو آ گئے۔ اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا، مجھے تو واقعی کچھ نہ

”جئے۔ مجھے پسند ہے کہ کس نے کہا؟“ وہ ابھی تک جیسے مددے کی سی حالت میں تھا۔

”وہ آپ کی دوست رشنا بھی تو ایسی ہی ہے نا۔“ اس نے کہنی مہلاتی ہو کر
 ”رشنا؟ لا حول و لا قوۃ“ وہ جھنجھلایا، ”تمہیں کس نے کہا وہ بڑی کٹی بیرویں مجھے پسند ہے؟“
 ”خود ہی مہنس مہنس کر باتیں کر رہے تھے اس نے“ اس نے رونا آنے لگا۔

”وہ تو وہ تو اسے جلانے کے لیے بڑا ناز ہے اسے خود پر نفرت ہے مجھے اس بے کردار عورت سے۔ اور تم۔ تم اس جیسی بننا چاہتی ہو۔ تم نے اس قدر حسین بال کٹوا دیے۔ بوجھے بغیر؟“ ناقابل برداشت غصے کی وجہ سے اس نے ہلکا سا پتھر اس کے گال پر پڑھ دیا۔ وہ رونے لگی۔

”میں پسند نہیں ہوں ناں آپ کو۔ مجھے سے نفرت کرتے ہیں آپ۔ مجھے چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ لیکن میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔ میں ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔“

آپ کے ”میں بالکل ویسی بن جاؤں گی جیسا آپ چاہیں۔ میں ہر کام کر سکتی ہوں آپ کی خوشی کے لیے“
 ”اچھا؟“ وہ بغور اسے دیکھنے لگا۔
 ”مثلاً کیا کیا کر سکتی ہو؟“
 ”جو آپ کہیں۔ مجھے ہر کام آتا ہے“ وہ بڑے ملن سے بولی۔

”اچھا؟“ وہ ہنس دیا، ”دس گلے بنانے آتے ہیں؟“
 ”ہاں؟ نہیں جی۔ وہ تو مشکل ہے۔“
 ”ہاں مشکل تو ہے۔ خیر کونسی بات نہیں؟ اس نے بے ساختہ ہنسی چھائی۔

”کوٹ تو سینا آتا ہو گا؟“
 ”کوٹ؟ نہیں جی۔ ایسے کپڑے تو پہنے نہیں آتے۔“

”نہیں اب ایسی بھی باتیں نہیں ہے۔ رونا تو نہ ہے۔ چھپ کر باتیں سننا بھی آتی ہیں، ذوق دہر رکھنے کے بہانے جاسوسی کرنا بھی آتی ہے۔ اتنے کام تو آتے ہیں۔ اور اب تو انگریزی بولنا بھی آگئی ہے! وہ شرمندہ سے لال چہرے لیے سینٹ لیں اتارنے لگی پھر اس نے سر اٹھایا۔

”آپ چھوڑ دیں گے مجھے؟“
 وہ کچھ دیر اس کی آنکھوں میں ڈولی آنکھوں سے جھانکتا رہا پھر کھڑک اس کے پاس آ بیٹھا۔
 ”اصل میں بات یہ ہے سسر نصیب حیدر کر مشہور ہے کہ دل آنا ہو تو کسی گدی پر بھی آ جاتا ہے۔ ابھی ابھی مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ میرا دل تم پر آ گیا ہے۔ اب ایسی گدی پر جو میرے لیے دنیا کا ہر کام کر لے گا عزیز کر رکھتی ہے۔ آج اس لیے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔“
 ”آپ۔ آپ۔ مجھے نہیں چھوڑیں گے نا؟ وہ بونو سے دیوانی ہو گئی۔

”اب“ اب لگتی ہوں نا میں آپ کو؟“
 ”کیا لگتی ہو؟“ وہ حیران ہوا۔
 ”وہی گوڈو؟“ وہ شرم کر بولی۔
 ”گوڈو؟“ وہ حیران ہوا پھر ہنس دیا۔
 ”گوڈو نہیں بلکہ ویری گوڈو؟“
 اور اس کی ہنسی میں شامل ہوتی ہوئی نصیبہ کوڑے جیسے اس کے نصیب کا ہر دروازہ کھل گیا ہو اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چاروں طرف سے آ رہی ہوں۔

